

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
بَلْ نَقْدُبُكَ بِالْحَقِّ عَلَىٰ لِبَاطِلٍ يُقَدِّمُونَ

# الوصی

۵۶۶۲

بجواب

# الوقاص

مؤلفه فضائل آقا جناب مولانا مولوی حافظ کفایت حسین صاحب  
ملاقات فیضی فاضل مولوی فاضل و ممتاز الافاضل متعلم  
مدرستہ العظیمین لکھنؤ لائت شمس ا فاد اتر بار غه قمار افاضالا

حسب فرمایش

جناب مستطاب سید بان حسین صاحب رضوی سند مولوی سفیر کالج

با تمام احترام الزمن سید نور الحسن لک مطبع

نور المطلب و کتوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپا



## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على اشرف الرسل وخاتم  
النبيين واله الطيبين الطاهرين لاسيما على وليه ووزيره امير المؤمنين  
وخليفته وصيه خاتم الوصيين

**اما بعد** زمانہ کی گایا پلٹ ہر دور کا ایک نیازگ کر دیتی ہے ہر گردش

فلک کے بعد کچھ نہ کچھ لوگ ایسے ضرور پیدا ہوجاتے ہیں جو بعض امور میں سابقین سے

مشابہ اور بعض میں مخالف ہوتے ہیں دنیا کی عمر جتنی بھی ہو اور اس میں جس قدر بھی

لوگ آئے اور چلے گئے ہوں اون کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سب کے سب کسی

زمانہ میں ایک مذہب کے پابند اور ایک طریقہ کے سالک رہے ہوں بلکہ ہر زمانہ میں

خدائی گروہ کے مقابلہ میں شیطانی مجمع ضرور رہا ہے جہاں حق کے مؤند تھے وہاں

باطل پرست بھی ضرور تھے اگر کچھ لوگ صدق کیش تھے تو کذب پرور بھی ضرور تھے

بہر حال یہ ایسے امور ہیں جو کسی شخص پر مخفی نہیں ہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ ہمیشہ عروج

حق ہی کو رہا گو باطل نے نہایت کوشش کی کہ حق پوشیدہ ہو جائے لیکن ہمیشہ

حق اپنی ضیاء سے عالم کو روشن کرتا رہا اور ارباب بصیرت کو سیدھا راستہ بتلاتا رہا

حق کے خواص ذایتہ میں سے یہ امر ہے کہ اس کو جس قدر پوشیدہ کیا جائیگا اسی قدر

چمکے گا پوشیدہ کرنے والا خود ذلیل ہو جاتا ہے اور اگر یقین نہ ہو تو آفتاب کی طرف



خاک پھینک کر دکھلو۔ اس وقت ہمارے سامنے رسالہ الوقاص رکھا ہوا ہے جس کے  
 نامی مولف مولانا عبدالرزاق صاحب عارف جیلپوری ہیں مولف نے اس  
 رسالہ میں اپنی پوری طاقت اپنے خیال کے موافق اس امر میں صرف کر دی ہے  
 کہ آفتاب پر خاک ڈال کر اس کو پوشیدہ کر دیا جائے یعنی اس امر کو ثابت کرنا چاہا ہے  
 کہ حضرت علی وصی رسول نہ تھے لیکن ہمیں نہایت افسوس ہے کہ وہ اپنی سعی میں  
 مطلقاً کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ یہ ایک ایسی بات ہے جس کو جاہل سے جاہل بھی  
 جانتا ہے اور اہلسنت کی تمام کتب میں احادیث و صحایہ اس قدر موجود ہیں  
 کہ جن کا احصا نہیں ہو سکتا ہے اور جب قدر اہلسنت کے مصنفین اور مؤلفین نے اپنی  
 تصانیف اور تالیفات کو شائع کیا ہے ان سب کا اعتقاد ایک ایسا امر ہے کہ جبکہ  
 کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کیونکہ ان حضرات نے اس مطلب کو بلا رد و قرح  
 اپنی کتب میں جگہ دی ہے اگر ان کے نزدیک ذرا بھی مشکوک ہوتا تو یا وہ اپنی کتابوں  
 میں نہ لکھتے اور اگر لکھا تھا تو اس کے ساتھ ہی اسکی رد کرنا اور ان پر فرض تھانے کے  
 بعد رد نہ کرنا اس امر پر دلیل واضح ہے کہ ان حضرات نے اسکو تسلیم کر لیا یہ اور بات ہے کہ  
 وہ جناب امیر کو وصی بلا فصل نہیں مانتے ہیں لیکن مطلق و صحایت کا انکار تو ہرگز  
 نہیں ہو جیسا کہ آپ اس رسالہ کے مذکورہ احادیث کو ملاحظہ کریں گے لیکن ہم انھیں  
 احادیث جنکو علمائے اہلسنت نے نقل کیا ہے اس امر کو بھی ثابت کرتے ہیں کہ حضرت علی  
 وصی رسول بلا فصل بھی تھے۔ آپ نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے وہ  
 محض آپ ہی کے گھر کی کتابیں ہیں ہماری ایک کتاب کا نام بھی نہیں لیا گیا ہے  
 لیکن ہم جس قدر کتب کا ذکر کریں گے وہ سب آپ ہی کی ہونگی اور اپنی ایک



کتاب کا حوالہ بھی نہ دین گے تاکہ مقابل کو بحال کلام باقی نہ رہے سینے اور غور سے  
سنئے۔ تنقیح امر دوم اور اسکے فیصلہ میں آپ نے بطریق استفہام انکاری ارشاد  
فرمایا ہو کہ کیا حضرت علی جناب رسالت کے وہی تھے کیا آپ نے حضرت علی  
کو اپنا وصی بمعنی خلیفہ بنایا تھا کیا کسی اہلسنت و الجماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت  
علی وصی بمعنی خلیفہ رسول ہیں کیا صوفیائے کرام کا عقیدہ ہے کہ بلا عقیدہ و وصی  
راہ نجات مسدود ہو گیا حضرت علی یا کسی صحابی کا یہ عقیدہ ہے انتہی امر وصایت  
کی تنقیح میں آپ نے پانچ امر بیان کیئے ہیں اور ہر ایک کے متعلق گویا آپ انکار کرتے  
ہیں یعنی نہ حضرت علی وصی رسول تھے نہ رسول اللہ نے آپ کو اپنا وصی قرار دیا نہ کسی  
سنی کا عقیدہ ہے نہ کسی صوفی کا خیال ہے نہ خود حضرت علی یا کسی دیگر صحابی کا عقیدہ  
ہو۔ ہمارا فرض ہے کہ ان پانچوں امروں کو مولف کی مذہبی کتب سے ثابت کریں  
اور یہ دکھلائیں کہ مولف کا مقصود محض آفتاب کو خاک ڈال کر چھپانا ہے نہ اظہار  
حق۔ گو مولف رسالہ نے اپنی کتاب میں ہماری کسی کتاب کی کوئی عبارت پیش  
نہیں کی ہے جیسا کہ چاہئے تھا کیونکہ یہ رسالہ شیعوں کے مقابلہ میں لکھا گیا ہے  
کم از کم کل اہل اسلام کا اتفاق دکھلایا گیا ہے لیکن ہجو اس امر کے ثابت کرنے  
کے لیے بلکہ تمام امور کے اثبات میں کبھی اپنی کتابوں کو پیش کرنے کی ضرورت نہیں  
درپیش ہوتی ہے بلکہ امر حق اس قدر واضح و روشن ہے کہ ہر جگہ آفتاب عالم کتاب کی  
طرح ظاہر و منور ہے۔ لیکن اولاً اس امر کو بیان کر دینا نہایت ضروری سمجھتے ہیں  
کہ صوفیائے کرام سے کیا مراد ہے ہم اس مقام پر اسکی زیادہ توضیح کرنا مناسب نہیں  
سمجھتے ہیں کیونکہ اصل بحث سے خارج ہے صرف اسی امر پر اکتفا کرتے ہیں جس کو



مولف نے بیان کیا ہے یعنی حقیقت میں صوفی وہ شخص ہے جو اہلسنت کے  
 نزدیک پورا پورا سنت نبویہ کا پابند ہو لہذا ہم جن علماء کے اقوال کو پیش کریں گے  
 اور جن حضرات کی کتب سے نقل کریں گے وہ وہی ہونگے جو اہلسنت کے نزدیک  
 اس تعریف کے مصداق ہوں۔ اور یہ امر بھی واضح رہے کہ جس قدر احادیث نقل  
 کیے جائیں گے ان میں وصیت بمعنی خلافت ہوگی اور محض دعویٰ ہی نہیں بلکہ اس کے  
 ساتھ ایک دلیل بھی ایسی ذکر کر دی جائیگی جو ہر مقام پر جاری ہوگی۔

چونکہ اس مقام پر صرف لفظ وصایت سے بحث ہوا ہے لہذا اس وقت وہی احادیث  
 ذکر کی جاتی ہیں جنہیں لفظ وصی ہے اور وہ بھی مکمل نہیں بلکہ مشتے نمونہ از خرواک اور اگر  
 وہ تمام احادیث جنہیں لفظ خلیفہ یا خلافت یا ولی وغیرہ سے نقل کی جائیں تو اک  
 ضخیم کتاب ہو جائے اگر مولف صاحب ارشاد فرمائیں گے تو ان کے دل خوش کرنے  
 کے لیے وہ بھی پیش کی جائیں گے۔ اچھا سنئے اور کان کھول کر سنئے۔

<p>قال رسول الله صلى الله عليه و          اله وسلم كنت انا وعلی نور ابین          یدی الله سبحانه قبل ان یخلق          ادم باربعة عشر الاون عام فلما          خلق الله ادم رکب ذلك النور          فی صلبه فلم نزل فی شیء واحد          حتی افترقنا فقسم جزءین          جزء فی صلب عبد الله</p>	<p>کتاب بن المغازی الشافعی ترجمہ جناب          رسالتاب نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علی حضرت          آدم کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس          پہلے ایک نور تھے اور خدا کے سامنے حاضر          تھے جس وقت خداوند عالم نے جناب آدم کو          مخلوق فرمایا تو اس نور کو ان کے صلب میں          ڈال دیا اور اسی طرح یکے بعد دیگرے اسلاب          انبیاء میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ</p>
--	--



وجزء فی صلب ابی طالب فاخرجنی | حضرت عبدالمطلب کے صلب میں بھی متحد  
نبیا و اخرج علیا وصیا۔ | رہے جبوقت جناب عبدالمطلب کے صلب

میں آئے تو خدا نے اس نوز کو دو حصے کر دیا ایک حصہ جناب عبد اللہ کے صلب میں  
دو بیعت کیا اور دوسرا حصہ جناب ابوطالب کے صلب میں اور جب خدا نے ان دونوں  
بزرگواروں کے اصلا ب سے الگ کیا تو مجھے صلہ نبوت مرحمت فرمایا اور علی کو خلعت  
وصایت سے مزین فرمایا۔

اس حدیث کو غور سے ملاحظہ فرمائیے امر اول کا ثبوت کس قدر واضح ہے  
اس سے تو یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسالتما ب نے حضرت علی کو  
اپنا وصی بنایا بلکہ خداوند عالم نے جس طرح رسول اللہ کو نبی قرار دیا اسی طرح  
جناب امیر کو وصی معین فرمایا۔ اور فقط یہی نہیں کہ جس وقت رسول اللہ نے  
انتقال فرمایا اس وقت سے وصی ہون بلکہ جس وقت سے پیدا ہوئے اسی  
وقت سے وصی رسول تھے اور دوسرے امر کے متعلق محض یہ امر کافی ہے کہ جس  
شخص کو خدا نے وصی قرار دیا کیا ممکن ہے کہ رسول اللہ نے اس کو وصی نہ بنایا ہو گا۔  
رہا تیسرا امر اسکے متعلق بھی غور کیجئے کہ یہ حدیث کسی شیعہ کی کتاب سے منقول نہیں  
ہے اور نہ اسکے راوی شیعہ ہیں اس حالت میں اگر آپ ایسے لوگ اعتقاد  
نہ کریں گے تو فقط جناب امیر علیہ السلام کی مخالفت ہی نہ ہوگی بلکہ مخالفت خدا  
الگ ہوگی اور مخالفت رسول الگ جس طرح آفتاب کی روشنی کے متعلق کسی  
شخص کا انکار کر دینا اسکی لوزائیت کو باطل نہیں کر سکتا ہے اسی طرح جناب  
امیر علیہ السلام کی وصایت کا جو اظہر من صنور الشمس ہے انکار حضرت کی وصایت



کو باطل نہیں کر سکتا، جب تک یہ احادیث دنیا میں موجود ہیں اور اس وقت تک  
 حکم عقل و صاپت کے اعتقاد کے ساتھ تو ام رہیگا۔ رہ گیا چوتھا امر اس کے تعلق  
 بھی طول دینا بیکار ہے صرف اس قدر گزارش کر دینا کافی ہے کہ بغیر تصدیق و  
 اعتقاد ما جاء به النبی (جن امور کو رسول نے بیان فرمایا) کے راہ  
 نجات یقیناً مسدود ہے اور اس میں بجز اللہ کسی مسلم کو گنجائش کلام نہیں ہے اور  
 چونکہ یہ حدیث بھی بجز ما جاء به النبی ہے لہذا جب تک اسکا اعتقاد بھی نہ ہوگا  
 اور اس وقت تک ہرگز ہرگز نجات نہیں ہو سکتی ہے اور آپ کی تعریف کی بنا پر  
 (تعریف صوفی) اس حدیث کے ناقل اور راوی صوفیائے کرام میں داخل ہیں  
 لہذا صوفیائے کرام کا اعتقاد بھی ظاہر ہے۔ اور پانچواں امر بھی بالکل واضح ہے  
 کیونکہ جناب امیر علیہ السلام سے زیادہ کوئی شخص نہ تھا کہ اقوال رسول کی تصدیق  
 کرتا اسی طرح اصحاب درآن حالیکہ اصحاب ہوں یعنی منافق نہ ہوں وہ سب بھی  
 تمام ان امور کی تصدیق کرتے تھے جسکو رسول اللہ بیان فرماتے تھے۔

اب فقط یہ امر باقی رہ گیا کہ اس مقام پر وصی بمعنی خلیفہ ہے یا نہیں۔ میری  
 سمجھ میں نہیں آتا کہ دنیا میں کون شخص ایسا بعقل ہے جو اس مقام پر لفظ وصی  
 کو خلیفہ کے معنی میں نہ سمجھیگا کیونکہ لفظ فاخرجنی نبیا و اخرج علیا وصیاً  
 یعنی خداوند عالم نے نبی کے مقابلہ میں وصی ارشاد فرمایا ہے جس سے سوائے  
 خلیفہ کے کوئی دوسرے معنی مراد ہی نہیں ہو سکتے ہیں ورنہ کلام میں اکتا ہر لفظ ہر  
 لغویت پیدا ہوئیگی کیونکہ جناب امیر علیہ السلام کی خصوصیت کا کوئی فائدہ کلام  
 رسول میں باقی نہ رہیگا اگر نبی کے معنی دوسرے مراد لیے جائینگے تو ممکن ہے کہ وصی کے



معنی میں بھی تغیر ہو جائے ورنہ وصی بمعنی خلیفہ ہی رہیگا اور اسکے سوا کچھ اور معنی مراد نہیں ہو سکتے ہیں۔ دوسری حدیث سنئے

<p>عن سلمان انه قال يا رسول الله  من وصيك قال يا سلمان من  كان وصي اخي موسى قال يوشع  ابن نون قال فان وصي ووارثي  يقضي ديني ويهجز موعدي  علي بن ابي طالب ريناهج المودة -  احمد بن حنبل</p>	<p>ترجمہ جناب سلمان سے روایت ہوا انہوں  نے جناب رسالتؐ کی خدمت میں عرض کیا  کہ یا رسول اللہ آپ کا وصی کون ہے ارشاد  فرمایا کہ اے سلمان یہ بتاؤ کہ میرے بھائی موسیٰ کے  وصی کون تھے عرض کیا کہ یوشع بن نون ارشاد  فرمایا کہ میرا وصی اور میرا وارث جو میرے قرضہ کو  ادا کرے گا میرے وعدوں کو وفا کرے گا میرا بھائی</p>
--	---

علی بن ابیطالب ہو غور فرمائیے اس حدیث سے بھی پانچوں امر بخوبی ثابت ہیں اور وصی بمعنی خلیفہ بھی ہے کیونکہ جس طرح جناب یونس کے وصی یوشع بن نون تھے اسی طرح جناب امیر علیہ السلام وصی رسول ہیں اور ظاہر ہے کہ اس مقام پر جناب یوشع کے متعلق وصایت کا استعمال خلافت ہی کے معنی میں ہوا ہے لہذا جناب امیر علیہ السلام کے متعلق بھی یہی معنی مراد لینے پڑینگے اور چونکہ جناب رسالتؐ جانتے تھے کہ آپ ایسے لوگ آفتاب کو خاک ڈال کر چھپانا چاہینگے اور لفظ وصی میں خواہ مخواہ تاویل کیسے پیدا کرینگے اسلئے۔ ارشاد فرمایا کہ صحت وصی وہی ہے تاکہ لفظ وصی میں اگر علی کے متعلق ذکر کیا جائے تو کسی دشمن کو گنجائش کلام باقی نہ رہے۔ اور دیدہ بینا کو نظر آجائے کہ وصی بمعنی خلیفہ ہے۔

عن رسول الله انه قال لكل نبي وصي | ترجمہ خود جناب رسالتؐ سے روایت ہوا ہے



و وارث وان وصی و واسرائی و ارشاد فرمایا کہ ہر ایک بنی کے لیے اسکا وصی  
 یقزی دینی وینجز موعدی اسکا وارث ہوا میر وصی و میر وارث جو میرے  
 علی بن ابی طالب (کتاب بن المغازی دین کو ادا کریگا اور میرے و عدون کو و فا کر لگاؤ  
 الشافعی) میرا بہائی علی بن ابی طالب ہو۔

ملاحظہ فرمائیے کس قدر صاف حدیث ہو جس میں ختمال معنی غیر خلافت متصوری  
 نہیں ہوتے ہیں اسی احتمال کو رفع کرینکی غرض سے لفظ وارث ارشاد ہوا ہے اگر محض  
 لفظ وصی ہی ہوتا تب بھی اس معنی پر کافی روشنی پڑتی کیونکہ فقرہ اول لکل بنی  
 وصی اس امر کو صاف ظاہر رہا ہے کہ سوائے جانشین کے دوسرے معنی مراد نہیں  
 ہیں اسی طرح اگر محض لفظ وارث ہوتا تب بھی کافی تھا کیونکہ مطلق وراثت میں خلافت  
 ایسے بھی داخل ہے۔ بلکہ اکمل افراد ہے (جمہور سے روایت)

عن الجمہور کان رسول اللہ یقول فی علی نہ اخی و وصی و ولی و  
 ناصر و صفی و ذخری و کھنی و جھری و زوج کریمتی و امینی  
 علی وصی۔

ترجمہ معنی رسول حضرت علی علیہ السلام کے بارے  
 میں فرمایا کرتے تھے کہ وہ (علیہ السلام) میرے بہائی  
 ہیں و میرے وصی و میرے ولی میرے ناصر میرے  
 خاص منتخب دست میرا ذخیرہ میرے مددگار میرے  
 و اما اور میرے عزیز بھائی کے شوہر اور میری وصی

کے امین ہیں (امین وصیت اور صاف صاف لفظ وصی پر خوب آنکھ کھو کر نظر ڈالیے)  
 اگر ذرا بھی نظر انصاف سے دیکھے گا تو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ نے کس قدر  
 اوصاف کو ایک ہی حدیث میں جمع فرمایا ہے اور جو امور خلافت کے علاوہ  
 ہیں ان کیلئے خاص طور سے فقرہ آخری ارشاد فرما دیا ہے تاکہ آپ ایسے



مستعمای حضرات بھی دیکھ سکیں۔ اور اس امر کو ضرور خیال میں رکھئے گا کہ ہر حدیث میں پانچوں امور کا ثبوت نہایت واضح ہے اگر شک ہو تو حدیث اول کے ضمن میں جو عبارت لکھی گئی ہے اسکو ملاحظہ فرمائیے۔

<p>ترجمہ مہرور نے روایت کی ہے۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ حضرت رسالتاً نے فرمایا کہ دعوت ایسے ہم تک اور علی تک منتھی ہوئی اور بالاصالت ختم ہو گئی ہے ہم میں سے کسی ایک نے بھی کسی بت کو کبھی سجدہ نہیں کیا تو مجھ کو خداوند عالم نے بنی بنایا اور علی علیہ السلام کو وصی بنایا۔</p>	<p>ردی الجہور عن ابن مسعود قال قال رسول الله انتھت الدعوة الی والی علی لم یسجد احدنا قط لصلو فانتھذنی نبیا واتخذ علیا وصیا۔</p>
--	---

اس حدیث میں نفی بت پرستی کا فائدہ شاید آپ سمجھیں گے لہذا میں سمجھائے دیتا ہوں اسکا فائدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بت پرستی کر چکا ہے تو وہ نہ بنی ہو سکتا ہے نہ وصی اور اگر یہ فائدہ آپ کے ذہن میں نہ آئے تو کوئی دوسرا فائدہ آپ ارشاد فرمائیں۔ اس مقام پر شاید آپ بھی اپنے محض برادران تعصبی کی طرح یہ فرمائیے کہ وصایت سے مراد میراث علم و حکمت ہے لیکن آپ یقین کر لیجئے کہ سوائے خلافت کے یہاں بھی کوئی دوسرے معنی مراد نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ حدیث اس مقام پر واقع ہے جہاں خداوند عالم نے دعا جناب ابراہیم کو سورہ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

<p>ترجمہ میں تکوے ابراہیم لوگوں کا امام اور پیشوا قرار دے والا ہوں حضرت ابراہیم نے عرض کیا کہ کیا یہ مرتبہ میری ذریت کو بھی نصیب ہوگا ارشاد ہوا کہ ہاں یہ عہدہ</p>	<p>انی جاعلک للناس إماما قال ومن ذریتی قال لا ینال عہدی الظالمین۔</p>
--	---

اون لوگوں تک نہیں پہنچ سکتا ہے جو ظالم ہیں۔



دعا جناب ابراہیم عہدہ ذات کے لیے ہے نہ میراث علم و حکمت کی واسطے لہذا عہدہ  
 امامت ہی مراد ہوگا جو ہم معنی خلافت ہے نہ میراث علم و حکمت اور اگر میراث علم و  
 حکمت بھی فرض کریں تب بھی ہمارا مقصود ثابت ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوگا  
 کہ جناب امیر علیہ السلام تمام لوگوں سے باعتبار علم و حکمت افضل و بہتر ہیں اور  
 ظاہر ہے کہ جو شخص ایسا ہوگا وہی خلافت الیہ کا مستحق ہو سکتا ہے نہ دوسرا اور اگر  
 آپ کو شک ہو تو قصہ جناب آدم اور آیہ المرثاں الملائم بنی اسرائیل - الخ  
 کو غور سے سورہ بقرہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

<p>ترجمہ کے راوی بھی جمہور ہیں۔ ابن عباس کہتے ہیں          کہ میں کچھ نبی ہاشم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ دفعہ ایک          ستارہ ٹوٹا پس رسول اللہ نے فرمایا کہ جسے گھر میں یہ          ستارہ گرے وہی میرے بعد میرا وصی ہے۔ پس نبی          ہاشم کے کچھ لوگ وٹھ کھڑے ہوئے اور اس کا انتظار کرنے          لگے کہ دیکھیں کس کے گھر میں گرتا ہے، پس وہ ستارہ          منزل علی بن ابی طالب میں گرا اب لوگوں نے کہنا          شروع کیا کہ (سعاذ اللہ) اے رسول آپ تو محبت          علی علیہ السلام میں گمراہ ہو گئے ہیں اس پر خداوند عالم نے          سورہ بقرہ کی ان آیتوں کو نازل کیا۔</p>	<p>روى الجمهور عن ابن عباس قال كنت          جالساً مع فئة من بنى هاشم عند          النبى اذ انقض كوكب فقال رسول          الله ومن انقض هذا الكوكب في          منزله فهو الوصى من بعدى فقام          فئة من بنى هاشم فنظروا فاذا          الكوكب قد انقض في منزل على بن          ابي طالب فقال يا رسول الله غويت          في حب على بن ابي طالب فانزل الله          والجم اذا هوى ما ضل صاحبكم وما غوى</p>
--	---

اس حدیث میں بھی وصایت خلافت ہی کے معنی میں مستعمل ہے کیونکہ جب وصایت  
 کا استعمال مطلق کیا جاتا ہے تو ہمیشہ ہی مراد ہوتی ہے کہ موصی الیہ تمام امور



موصی میں اولی بالتقررت ہونے کا بھی رکھتا ہے بشرطیکہ کوئی چیز مستثنیٰ نہ کر دیجائے اور  
اسی کا نام خلافت ہو پھر آپ کو یاد دلایا جاتا ہے کہ امور محمدیہ کورہ کا خیال رکھیے گا کہ احادیث  
مذکورہ میں پائے جاتے ہیں یا نہیں۔

المطبری باسنادہ عن سلمان قال  
قلت لرسول الله يا رسول الله انه  
لم يكن نبيا الا وله وصي فمن وصي  
قال وصي وخليفتي في اهلي وخير  
من اترك بعدى مودى ديني ومنجز  
عداتي علي بن ابي طالب (عليه الصلوة  
والسلام۔

ترجمہ مطبری نے اپنے اسناد سے حضرت سلمان تک  
سلسلہ روایت پہنچا کر کہا ہے کہ اونہوں نے کہا کہ  
میں نے حضرت صلعم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ کوئی بیٹا  
ایسا نہوا کہ اُس کا وصی نہوا ہو بلکہ ہر ایک نبی کو وصی تھو  
تو آپ کا وصی کون ہے آپ نے فرمایا کہ میرا وصی و میرا  
خلیفہ میرے اہلیت میں سے ہے اور ان تمام لوگوں  
سے بہتر ہے جو میرے بعد رہ جائیں گے میرے دین کو

پورا کریگا اور میرے وعدوں کو وفا کریگا وہ ہے علی ابن ابی طالب۔

حلیة ابو نعیم ولایتہ المطبری۔ قال  
النبي عليه الصلوة والسلام يا انس  
يدخل عليك من هذا الباب امير  
المؤمنين وسيد المسلمين وقائد  
الغرامجولين وخاتم الوصيين  
قال انس قلت اللهم اجعله رجلا  
من الانصار وكنتمه اذ جاء علي  
فقال من هذا يا انس قلت علي

حافظ ابو نعیم نے حلیة الاولیاء میں لکھا ہے۔ کہ  
نبی علیہ الصلوة والسلام نے فرمایا کہ اے  
انس تمہارے پاس اس دروازہ سے امیر المؤمنین  
سید الوصیین قائد الغرامجولین اور خاتم الوصیین  
آئیگا انس کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ اللہ ایسے اوصیاء  
سے متصفت ہو نہوالا انصار میں سے کسی شخص  
کو بھیجے اور اس بات کو دل ہی دل میں  
چھپائے رکھا اب جو دیکھتا ہوں تو علی علیہ السلام



فقام صلى الله عليه وآله مستبشلاً  
 واعتنقه ثم جعل يمسح عرق  
 وجهه بوجهه فقال علي (عليه  
 السلام) يا رسول الله رأيتك  
 صنعت لي شيئاً ما صنعت لي  
 قبل قال وما يمنعني وانت تودي  
 عني ديني وتسمعهم صوتي وتبين  
 لهم الذي اختلفوا فيه -

آئیے اب رسالتاب ۲ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول  
 شخص یاد کیا ہے میں نے کہا کہ علیؑ میں حضرت بشارت  
 دیتے ہوئے اوٹھ کھڑے ہوئے اور گلے سے لگایا  
 اور پھر اسکے بعد آپ کے چہرے کا سینہ اپنے مونہ کو آچکے  
 منہ پر مل کر پوچھنے لگے جناب میرے عرض کیا کہ  
 یا رسول اللہ آپ کا اس وقت میں اس امر کو دیکھتا  
 ہوں جو اسکے قبل کبھی نہ دیکھا تھا اڑساؤ فرمایا کہ  
 اے علیؑ مجھے اس امر سے کونسی چیز ملے ہو سکتی اور

در انحالیکہ تم میرے قرض کو ادا کرو گے اور لوگوں کو میری آواز سناؤ گے اور جنی مور میں وہ لوگ اختلاف  
 کریں گے اونکو بیان کرو گے۔

اس حدیث میں فقط لفظ وحی ہی نہیں بلکہ خاتم الاوصیاء ہے جس طرح رسول اللہ خاتم الانبیاء  
 ہیں اوسی طرح جناب امیر علیہ السلام خاتم الاوصیاء ہیں اور جس طرح رسول اللہ تمام پیام  
 سے افضل ہیں اوسی طرح جناب امیر علیہ السلام تمام اوصیاء سے افضل و بہترین

ترجمہ ابن عبد ربہ نے عقد فرید میں البوراف  
 وغیرہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی  
 اور حضرت عباسؑ میں حضرت رسالتاب کی بشارت  
 (تلوار اور فرس وغیرہ) میں جھگڑا پڑا اور حضرت  
 ابو بکرؓ تک پہنچا۔ تو حضرت ابو بکر نے عباس سے  
 کہا کہ اے عباس جب حضرت رسالتاب نے

عن ابن عبد ربه في العقد عن  
 ابی سافح وغیرہ ان علیاً تازع  
 العباس الی ابی بکر فی درع النبی  
 علیہ السلام و سیفہ و فرسہ  
 فقال ابو بکر این کنت یا  
 عباس حین جمع رسول الله



بنی عبدالمطلب وانت احدھم  
 فقال ایکم یواسرانی فیکون  
 وصیی وخیفتی فی اہلی وینجز  
 موعدی ویقضی دینی فتال  
 له العباس فما اعدا مجلسک  
 هذا تقدّمہ و تامرت علیہ  
 فقال ابو بکر اعدا سرا بنی  
 عبدالمطلب

بنی عبدالمطلب کو جمع کیا تھا جن میں سے خدا  
 تم بھی تھے اور اس وقت حضرت نے لوگوں سے  
 خطاب کیا اور کہا تھا کہ تم میں سے کون ایسا ہے  
 جو ہمارا بوجہ بٹائے تاکہ (اس کے صلہ میں) میرا  
 وصی اور میرا خلیفہ ہو اور ہمارے وعدہ کو پورا  
 کرے ہمارے دین کو ادا کرے (جب یہ خطاب فرمایا  
 تھا) تو تم اس وقت کہان تھے (اس کا فیصلہ اس وقت  
 کی حالت سے ہو چکا ہے یعنی چونکہ حضرت علیؑ نے

حضرت رسول کے موافق جواب دیا لہذا اون کے سر و کات کے وارث ہو گئے اور ان کے وصی ہوئے  
 اس پر عباس نے کہا کہ پھر کونسی وجہ ہوئی جو آپ اس مقام پر پہنچے اور ان سے مقدم بھی ہو بیٹھے  
 اور ان پر اس پر بھی (ظاہری طور سے) بن گئے۔ جس کے جواب میں حضرت ابو بکر نے یہ (عباس سے  
 خطاب کر کے) کہا کہ اے اولاد عبدالمطلب (ہماری جان چھوڑو) ہم کو معاف کر دو۔

اس حدیث کو آپ میری خاطر سے ذرا غور سے پڑھیگا اور اگر زحمت نہ ہو تو  
 یاد بھی کر لیجئے گا دیکھئے افضل الصحابہ نے (بقول آپ کے) کس طرح اقرار کیا ہے  
 اور جناب عباس نے کس زور کا خلافت باطلہ کے بطلان پر استدلال پیش کیا  
 ہے اور اسکے بعد اس ذکی الطبع خلیفہ رسول نے کیا مسکت جواب دیا ہے۔ اچھا  
 سچ بتلائے اب تو نہ کیسے گا کہ صحابہ کا عقیدہ نہ تھا۔ جناب والا! عقیدہ کا تو  
 اور چیز ہے اور اس کا ظاہر نہ کرنا اور بات ہے کسی چیز کے عدم اظہار سے عدم عقیدہ  
 کو کوئی لزوم نہیں ہے کیونکہ اعتقاد فقط اسی امر کا نام ہے کہ کسی امر کی واقفیت



یقین ہو۔ آپ شاید یہ کہیں گے کہ ان کو یقین نہ تھا بلکہ محض حدیث رسول کو  
 ذکر کر رہے تھے تو میں عرض کروں گا کہ اس کا یقین نہ کرنا عدم تصدیق رسالت  
 کو مستلزم ہے جسکا بدیہی نتیجہ یہ ہوگا کہ ایسا شخص دائرہ اسلام میں بھی داخل  
 نہیں ہو سکتا ہے معلوم ہوا کہ صحابہ کا بھی عقیدہ تھا اور جب افضل الصحابہ  
 (بقول آپ کے) کا عقیدہ ہوا تو صوفیائے کرام تو انہیں کے تابعین میں  
 شمار کیے جاتے ہیں لہذا ان کا عقیدہ بدرجہ اولیٰ ہوگا اور چونکہ رسول اللہ  
 کی بیان کی ہوئی حدیث ہے لہذا ایمان لانا واجب ورنہ تکذیب رسول  
 لازم آئیگی جس سے راہ نجات یقیناً مسدود ہے۔

دیکھئے کس صفائی سے امور خمسہ مذکور ثابت ہوئے ہیں۔ میں دعا کرتا  
 ہوں کہ آپ بھی اسی طرح اپنی زبان سے وصایت جناب امیرؑ کا اقرار  
 کریں جس طرح آپ کے پیرومرشد نے کیا ہے اور اگر اقرار نہ کیجئے گا تو ہمارا کیا  
 نقصان ہوگا آپ ہی کا نقصان ہوگا کیونکہ اس صورت میں آپ  
 مذید بین بین ذلك لا الی حقاً ولا الی حقاً میں داخل ہو جائیگے  
 سے اچھی بری حضور کو سمجھاے جاتے ہیں ہاں نہ مانیں آپ کو یہ اختیار ہے

ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں بوزرہ سلمیٰ سے روایت کی کہ	(ازینامیج المودۃ) ابونعیم فی الحلیۃ
اس نے کہا کہ جناب سالٹاب نے ارشاد فرمایا کہ خداوند عالم نے	بسنده عن ابی برونۃ کلاسلی قال
مجھ کو حکم کر رکھا تھا کہ علی راہت ہدایت میں دیر اولیاء کے	قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و
پیشوا ہیں جو شخص میری اطاعت کرے اس کے لیے نور ہیں ایسے	اللہ وسلم ان اللہ عہد الی فی علی
کلمہ ہیں جسکو متقیین نے لازم کر لیا ہے جو شخص انکو دست کھینکا	عہد ان علیارایۃ الہدی و امام



اولیاء و نور من اطاعنی و هو  
 الکلمة التي الزمها المتقين من  
 احيه احيى ومن ابغضه ابغضني  
 فبشره - فجاء علي فبشرته  
 بذلك فقال يا رسول الله انما  
 عبد الله وفي قبضته فان يعذبني  
 فبذني وان يتم الذي بشرني  
 به فالله اولي به قال م قلت اللهم  
 اجل قلبه واجعله ربيعة الايمان  
 فقال ربني عز وجل قد فعلت به  
 ذلك ثم قال تع اني مستخضر بالبلاء  
 فقلت يا رب انه احيى ووصيي  
 فقال تع انه شئ قد سبق انه

وہ مجھ کو دوست رکھے گا اور جو انکا دشمن ہے  
 وہ میرا دشمن ہو گا تم نے رسول علی کو بشارت  
 دیدی پس علی آئے تو میں نے اونکو اسکی بشارت  
 دی پس علی نے کہا کہ یا رسول اللہ میں تو اسی کا  
 بندہ ہوں اور میری جان اسی کے قبضہ قدرت میں  
 ہو اگر وہ مجھے سوزد کرے گا تو میرے ہی گناہوں کا  
 وجہ سے اور جن امور کی بشارت دی گئی ہو اگر انکو پورا  
 کرے گا تو وہ ادنیٰ ہو اونکے ساتھ حضرت فرماتے ہیں  
 کہ میں نے اسکے بعد درگاہ باری میں عرض کیا کہ  
 خداوند اعلیٰ کے قلب کو بزرگ اور انکو بہارا ایمان  
 قرار دے ارشاد باری ہوا کہ میں نے بیشک ایسا ہی  
 کیا ہو پھر ارشاد ہوا کہ میں نے علی کو مخصوص بالبلاء  
 کیا ہو حضرت فرماتے ہیں پس میں نے عرض کیا  
 کہ خداوند اعلیٰ تو میرے بہائی اور میرے وصی ہیں  
 ارشاد باری ہوا کہ یہ تو وہ امر ہو جو گذر چکا ہے  
 میرے علم میں اور علی وہ شخص ہیں جنکا امتحان  
 لیا گیا اور وہ شخص ہیں جنکی وجہ سے دوسروں کا امتحان  
 بھی لیا جائیگا۔

مبتلی و مبتلی بہ۔

اس حدیث کو دیکھنے کے بعد (خصوصاً فقرہ آخری) ذرا سوچ جھمک کر کسی دوسرے کو وہی  
 رسول سمجھنے کا ورنہ امتحان خدا میں تا کامی ہو جائیگی۔

حضرت کا قول انہ اخی و وصیی ملاحظہ کیجئے

اس حدیث کو بھی غور سے پڑھیے گا لفظ وصی کے علاوہ (اور بھی) کتنی فضیلتیں  
 مذکور ہیں۔ امام اولیائے بھی ہے اگر دیگر صحابہ کو آپ ولیا میں داخل فرمائیں گے  
 تو کم از کم سولائے دو جہان کو ان کا امام پھر بھی ضرور ماننا پڑے گا۔



رازینا بیج (موفق ابن احمد بسندہ)  
اخرج حدیث الوصیۃ لعلی کرم اللہ  
وجہہ عن بریدۃ قال قال النبی  
لکل نبی وصی ووارث وان علیاً  
وصی ووارث۔

رازینا بیج (موفق ابن احمد بسندہ)  
عن امرئۃ قالت قال رسول اللہ  
ان اللہ اختار من کل نبی وصیاً وعلی  
وصی فی عترتی واهلبیتی وامتی بعد  
رازینا بیج (المحموی بنی اخرج حدیث  
الوصیۃ عن ابی ذر قال قال رسول اللہ  
انا خاتم النبیین وانت یا علی خاتم  
الوصیین الی یوم الدین۔

یہ احادیث بھی اسی قبیل سے ہیں جنکا ذکر ہو چکا ہے خوب غور سے دیکھئے گا۔

المسعودی عن عمر بن زیاد الباہلی  
من شریک بن الفضیل بن سلمہ  
عن امہانی بنت ابی طالب قالت  
قلت یا رسول اللہ ان ابن امی علی  
یوذینی یعنی علیاً علیہ السلام فقل

ترجمہ ازنیاب بیج (موفق ابن احمد نے جناب امیر  
علیہ السلام کے لیے حدیث وصایت کو برید سے  
نقل کیا ہوا انہوں نے بیان کیا کہ فرمایا جناب تمہارا  
بھائی نے کہ ہر نبی کے لیے وصی ہوتا ہے اور علی بن ابی طالب  
سے وصی اور وارث ہیں۔

ترجمہ ازنیاب بیج (موفق ابن احمد بسندہ نے ام سلمہ سے روایت  
کی ہے کہ وہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ خاتم  
عالم نے ہر نبی کے لیے ایک وصی منتخب فرمایا اور علی کو میرا وصی  
میری عترت اہلبیت میں اور میرے بعد میری امت میں مقرر فرمایا  
ترجمہ ازنیاب بیج (محموی بنی نے جناب ابو ذر سے  
حدیث وصیت کی روایت کی ہے کہ جناب سائبا  
نے ارشاد فرمایا کہ میں خاتم النبیین اور اے علی تم قیامت  
تک خاتم الوصیین ہو۔

ترجمہ مسعودی نے عمر بن زیاد باہلی سے اور اس نے  
شریک بن فضیل بن سلمہ اور اس نے ام ہانی بنت  
ابوطالب سے نقل کیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض  
کیا کہ یا رسول اللہ میرے بھائی علی مجکو وصیت ہو چکا  
ہے میں معنی علی بن ابی طالب تو حضرت نے ارشاد فرمایا



النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ان علیا  
 لایوذی مومنا ان اللہ طبعہ یوم طبعہ  
 علی خلقی یا ام ہانی انہ امیر فی الارض  
 امیر فی السماء ان اللہ جعل لکل نبی  
 وصیا فنشیث وصی ادم و یوشع وصی  
 موسیٰ واصف وصی سلیمان و تمعون  
 وصی عیسیٰ و علی وصی و ہو خیر  
 الاوصیاء فی الدنیا و الاخرۃ

مطیر بن خالد عن انس و عباد بن  
 عبد اللہ عن سلمان کلیمہما عن النبی  
 یا سلمان سئلتنی من وصی من  
 امتی فہل تدری لمن کان اوصی  
 الیہ موسیٰ قلت اللہ و رسو لہ  
 اعلم قال اوصی الی یوشع بن نون  
 لانہ کان اعلم امتہ و وصی و  
 اعلم امتی علی بن ابی طالب علیہ  
 السلام (فضائل الصحابہ)

کہ علی ہرگز ہرگز کسی مومن کو ازیت نہیں پہنچا  
 سکتے ہیں خدا نے او کو وہی خلق مرحمت فرمایا اور  
 جو مجھے ام ہانی علی زمین میں بھی سردار ہیں اور  
 آسمان میں بھی خدا نے ہر نبی کیلئے اک وصی قرار دیا  
 آدم کے وصی شیت تھے اور موسیٰ کے وصی یوشع  
 اور سلیمان کے وصی اصف اور عیسیٰ کے وصی تمعون  
 اور میرا وصی علی ہے جو دنیا و آخرت میں بہترین  
 اوصیاء ہے۔

ترجمہ مطیر بن خالد نے انس سے اور عباد وہ بن عبد اللہ  
 نے سلمان سے اور ان دونوں نے رسول اللہ سے آواز  
 کی اور حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے سلمان تم نے سوال کیا  
 کہ میرا وصی کون ہو تو آیا تم کو معلوم ہو کہ موسیٰ کا وصی کون  
 تھا میں نے عرض کیا کہ خدا اور رسول خدا بہتر جانتے  
 ہیں ارشاد فرمایا کہ حضرت موسیٰ نے اپنا وصی یوشع  
 بن نون کو نبایا تھا کیونکہ وہ اونکی امت میں سب سے  
 زیادہ علم رکھتے تھے اور میرا وصی اور میری امت میں  
 سب سے زیادہ عالم میرا بیٹا علی بن ابی طالب ہے

ان دونوں حدیثوں میں لفظ وصی جن معنی میں دیگر انبیا کے متعلق مستعمل ہے  
 وہی جناب امیر کے متعلق ہے اور ظاہر ہے کہ اونکے متعلق سوائے خلیفہ کے



دوسرے معنی مراد نہیں ہیں لہذا جناب امیر کے متعلق بھی یہی معنی مراد ہونگے۔

(الذین بیح المودة) موفوق ابن احمد بسند  
عن الامام عن سعید بن جبیر عن  
ابن عباس قال قال رسول الله ان  
يوم القيمة آمن راكب الا اربعة انا على  
المبواق واخي صا على ناقته التي  
عقرها قوم مدحمة حمزة اسد الله على ناقته  
الغضباء وعلى بن ابي طالب على ناقته  
من فوق الجنة مدحمة الجبین عليه  
صلتان حضرت وان من حلال الجنة من كسوة  
الرحمن على راسه تاج من نور لذلك  
التاج سبعون الف ركن على كل ركن  
ياقوتة حمراء يضيئ مسيرة ثلاثة  
ايام بسير الراكب وببداة لواء الحمد  
وينادي على لا اله الا الله محمد رسول  
الله فيقول الخلائق من هذا اهو  
ملك مقرب امرئ مرسل امرء حامل  
عرش رب العالمين فينادى مناد من  
العرش هذا على وصي محمد۔

شجر حمزة فوق بن امیر نے ایش سے اور اس نے سعید بن  
جبیر سے اور اس نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جناب  
رسالتما ب نے فرمایا کہ قیامت کے روز سوائے چار  
شخصوں کے کوئی شخص سوار نہ ہوگا میں اپنے براق  
پر اور میرے بہائی اصلح اپنے اس ناقہ پر جسکو انکی  
قوم نے پے کر دیا تھا اور میرے چچا حمزہ اسد اللہ ناقہ  
غضبا پر اور علی بن ابی طالب انک ناقہ پر جو ناقہ  
جنت ہے ہوگا سوار ہونگے اس ناقہ رعلی کے ناقہ  
پر دو سبز حلے جنت کے ہونگے اور اونکے سر پر ایک  
تاج نور ہوگا اور اس تاج میں شتر ہزار رکن ہونگے  
اور ہر رکن پر ایک سرخ یا قوت بڑا ہوگا جسکی روشنی  
او تین مسافت تک جاگی جسکو تیز سوار تین دن میں  
قطع کر سکتا ہے اور حضرت کے دست مبارک میں لواء  
حمد ہوگا اور حضرت نذ فرماتے ہونگے لا اله الا الله  
محمد رسول الله یہ یکمکہ تمام لوگ کہیں گے کہ کون  
شخص ہے آیا ملک مقرب ہے یا کوئی بنی مرسل امر  
یا حامل عرش ہے او سوقت اکشادی آواز دے گا  
کہ یہ وصی محمد علی بن ابی طالب ہیں



آپ جانتے ہیں کہ قیامت کے دن منادی عرش لفظ وحی کے ساتھ اہل محشر کو کیوں متنبہ کرے گا محض اس لیے کہ جن لوگوں نے باوجود سیکڑوں مرتبہ ارشاد رسول کے انکار و صیانت کیا وہ شرمندہ اور نادوم کیے جائیں مجھے اُتیدہا کہ آپ اس حدیث مبارک کو دیکھنے کے بعد اپنے دماغ سے خیال سخن پروری نکالکر اس امر کی کوشش فرمائیں گے کہ اہل محشر کے سامنے شرمندہ نہوں۔

ترجمہ موفق بن احمد نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور انہوں نے کہا کہ جناب فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا اپنے پذیر بزرگوار کی حالت مرض میں حاضر ہوئیں اور رونے لگیں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے فاطمہ خدا نے تمکو بہت بڑی بزرگی دی کہ تمہارا شوہر وہ شخص ہے جو سب سے پہلے اسلام لایا اور سب سے زیادہ علم رکھتا ہے اور سب سے زیادہ بردبار ہے خداوند عالم تمام زمین و آسمان کی حالت پر مطلع ہوا تو اونہیں سے مجکو منتخب فرما کر نبی قرار دیا اسکے بعد تمام لوگوں پر مطلع ہو کر تمہارے شوہر کو منتخب فرمایا اور مجھ پر وحی کی کہ میں تمہارا عقد علی کے ساتھ کر دوں اسکو میرا وصی بنایا۔ اور ابن مغازی نے قول رسول میں زیادہ زیادہ کیا ہے کہ اے فاطمہ ہم اہلبیت کو ایسی سات خصلتیں عطا کی ہیں جو کسی کو نہیں عطا کی ہیں تو

(ازینا بیچ) موفق ابن احمد بسند  
عن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ قال ان فاطمة رضی اللہ عنہا اتت فی مرض ایہا و بکت فقال یا فاطمة ان لکرامۃ اللہ ایاک زوجک من ہوا قدمہم سلماً و اکثرہم علماً و اعظمہم حلماً ان اللہ عز و جل طلع علی ہل الارض اطلاعة فلختر فیہم فیبختی نبیا مرسلنا ثم اطلع فلختر منہو بعلک فادھی الی ان ازوجہ ایاک و اتخذہ وصیاً۔

وزاد ابن المغازی یا فاطمة انا اهل البیت اعطينا سبع خصال لم يعطها احد من الاولین ولا یدر کہا احد من



الاخرين منا افضل الانبياء و هو  
 ابو بكر و وصينا خير الواصلين و هو  
 بعلمك و شهيدنا خير المصمدين و  
 هو حمزة عمك و منامن له جناحان  
 يطير بهما في الجنة حيث يشاء و  
 هو جعفر بن عمك و مناسبتان و  
 سيد اشباب اهل الجنة و هما ابناك و  
 الذي نفسي بيده ان مهدي  
 هذه الامة سيصلي عيسى بن  
 مريم خلفه فهو من ولدك  
 (رياض المودة)

پہلے لوگوں کو رحمت ہو میں اور نہ کوئی آخر میں  
 سے پاسکتا ہی ہمیں افضل الانبیاء اور وہ تمہارا  
 باپ ہی اور ہمیں میں وہ شخص ہی جو خیر الواصلین  
 اور وہ تمہارا شوہر ہی اور ہمارا شہید بہترین شہدا ہی  
 اور وہ حمزہ تمہارے چچا ہیں اور ہمیں میں وہ شخص ہی  
 جسکو خدا نے دو بازو رحمت فرمائے ہیں کہ جن سے  
 جہان چلے ہے ہیں اڑتے ہیں اور وہ جعفر ہیں اور  
 امین ہیں وہ ہیں جو سردار جوانان جنت ہیں اور  
 وہ تمہارے فرزند ہیں اے فاطمہ قسم کہتا ہوں  
 اس شخص کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے  
 کہ اس سے کامدی وہ شخص ہی جسکے چچے عیسیٰ

بن مریم نماز پڑھینگے اور وہ تمہاری اولاد میں سے ہی۔

کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہو کہ اس حدیث مبارک میں لفظ وحی سے خلیفہ و جانشین  
 مراد نہیں ہے اور فقط لفظ وحی ہی نہیں ہے بلکہ خیر الواصلین۔ خدا کیلئے آنکھیں کھول کر  
 دیکھئے اور استفادہ بد بیات و اضمح کے چھپانے پر کمر بستہ نہ ہو جیسے  
 سن تو سہی جہان میں ہی نیرافسانہ کیا ہے کہتی ہے تجکو خلق خدا غائبانہ کیا  
 اور اگر آپ کا یہی ارادہ ہے تو ہم آپ کو ایک تدبیر بتلائے ہیں اس پر عمل کیجئے وہ  
 یہ کہ اول دن کتابوں کو صفحہ دنیا سے شادیجئے جن کے حوالے پیش کیئے گئے ہیں اور اول  
 راتوں کو دائرہ مسلمین سے خارج کر دیجئے جن کے بیان کیئے ہوئے روایا عموماً



کیے گئے ہیں۔ اگر ایسا کیجئے گا تو آپ کا دعویٰ (ظاہری حیثیت سے) درست ہوگا  
 لیکن میں پھر خیال کرتا ہوں کہ اب بھی ایسا نہ ہوگا کیونکہ درست سی کتابیں اہلسنت  
 کی ایسی ہیں بلکہ تمام کتب کہ جنہیں وہ احادیث موجود ہیں جن میں لفظ وصی موجود ہے  
 اگر آپ فرمائیں گے تو انشائاً اللہ پیش کیے جائیں گے۔ اور اگر بعض کتب میں لفظ وصی  
 نہیں ہے تب بھی ایسی احادیث ضرور موجود ہیں جو جناب امیر علیہ السلام کی  
 خلافت پر بلکہ خلافت بلا فصل پر آیات محکمات کی طرح دلالت کرتی ہیں اور اگر نہیں  
 نہ ہو تو ہمارے سامنے کسی کتاب حدیث معتبر کو پیش کیجئے دیکھئے اہم ثابت کرتے ہیں  
 یا نہیں۔ لہذا اگر آپ اپنے مقصود میں کامیاب ہو سکتے ہیں تو ایسی حالت میں کہ  
 تمام کتب اہلسنت کو جس صورت سے ہو سکے دینا سے نیست و نابود کر دیجئے  
 شاید آپ یہ فرمائیے کہ کسی تاریخ سے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا لہذا ہم آپ کی خاطر کرنے  
 کے لئے بعض تاریخوں کو بھی پیش کرتے ہیں اور جو آپ ہی کے مذہب کی ہیں۔  
 خلاصہ مضمون تاریخ ابوالفدا صفحہ ۱۱۶ و صفحہ ۱۱۷ جلد ۱ مطبوعہ مطبع حسینہ مصر یہ طبع اول  
 جس وقت آیہ و انذر عشیرتک الا قرابین نازل ہوا تو حضرت نے اکابر قریش  
 کو بذریعہ جناب امیر طلب کیا اور دو روز تک دعوت کی لیکن کسی روز اپنے مطلب کا  
 اظہار نہ کر سکے جب تیسرے روز تمام لوگ جمع ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا  
 ما اعلم انسانا فی العرب جاء قومه  
 بافضل مما جئتم بہ قد جئتم بخیر  
 الدنیا والاخرۃ وقد امر فی اللہ نعم  
 ان ادعواکم الیہ فایکم یوارزنی علی  
 ترجمہ مجھے عرب میں کوئی شخص ایسا نہیں معلوم  
 ہے جو اپنی قوم کے پاس مجھ سے بہتر ایسی چیزیں لے کر  
 آیا ہو جو دنیا و آخرت میں بہتر ہوں اور خدا نے  
 مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم لوگوں کو اسکی طرف دعوت



هذا الامر على ان يكون اخي ووصيي  
 وخليفتي فيكم فاجم القوم جميعا قال  
 علي فقلت واني لاحد شهر سنا وارسم  
 عينا واعظمهم بطنا واحمدهم ساقا  
 انا يا بنى الله اكون وزيرك عليهم  
 فاخذ رسول الله برقبته علي وقال  
 ان هذا اخي ووصيي وخليفتي فيكم  
 فاسمعوا له واطيعوا-

دون تو اب تم من کون شخص ہو جو میرے بوجھ  
 کو بٹائے اس بات پر کہ وہی میرا وصی و خلیفہ ہو  
 یہ سنکر تمام قوم ساکت رہی حضرت علی فرماتے ہیں  
 کہ میں اس وقت سب سے زیادہ فخر کرتا ہوں  
 کیا کہ یا بنی اللہ میں آپکا وزیر ہوں لگا رسول اللہ نے  
 اپنے گلے سے لگایا اور فرمایا کہ اے قوم میرا وصی  
 اور میرا بھائی اور میرا خلیفہ ہو تم سب اسکی بات  
 سنا اور ہمیشہ اسکی اطاعت کرنا۔

یہی مضمون کچھ اختلاف الفاظ کے ساتھ تاریخ تمدن اسلام صفحہ ۳۱ و ۳۲ مطبع الامال  
 مصر طبع ثانی جلد اول و تاریخ طبری مطبوعہ حسینہ مصر یہ جلد دوم صفحہ ۲۱۶ میں مرقوم ہے  
 حسین بفظ وصی اور خلیفہ دونوں موجود ہیں۔

اب رہا یہ امر کہ جناب امیر نے اپنی وصایت کے متعلق کبھی کوئی تذکرہ نہیں  
 فرمایا تو یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت نے بارہا اپنی خلافت و وصایت کے متعلق  
 احتجاجات فرمائے ہیں چنانچہ طبری نے ابن طفیل کے اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے  
 کہ انه قال لاصحاب الشوری هل تعلمون ان لرسول الله وصیاً  
 غیر ی قالوا اللہ شہداً اس حدیث کو خوب غور سے اور آنکھیں کھول کر ملاحظہ فرمائیے  
 حضرت نے دو مرتبہ کی وصایت کو مطلق ہونے پر فرمایا اسکا ترجمہ یہ ہے کہ جناب امیر علیہ  
 السلام نے شوری والوں سے یہ فرمایا کہ بھلا رسول اللہ کا کوئی وصی  
 سوائے میرے تم لوگوں میں سے کسی کو معلوم ہے بہوں نے کہا کہ خدا



کی قسم نہیں۔

اس سے زیادہ اور کیا واضح حدیث ہو سکتی ہے۔ اگر اب بھی شک ہو تو نیا بیع المدونة کی

اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیے۔

قال امیر المؤمنین ؑ فی بعض خطبہ  
ایہا الناس انا امام البریة و وصی  
خیر الخلیقة و ابوالعترۃ الطاہرۃ  
المہادیۃ انا خورسول اللہ و وصیہ  
و ولیہ و صفیہ و حبیبہ انا امیر  
المؤمنین و قائد الغر المحجلین و  
سید الوصیین حربی حرب اللہ و  
سلمی سلم اللہ و طاعتی طاعة اللہ و  
ولایتی ولایة اللہ و اتباعی اولیاء  
اللہ و انصاری انصار اللہ۔

ترجمہ جناب امیر علیہ السلام نے بعض خطبہ میں ارشاد  
فرمایا کہ اے گروہ مردم میں ہی خلق کا امام ہوں اور  
میں ہی بہترین خلق (رسول اللہ) کا وصی ہوں  
اور میں اس عترت طاہرہ کا باپ ہوں جو ہادی ہے  
میں ہی رسول اللہ کا بہائی اور ان کا وصی اور ولی اور  
صفی اور حبیب ہوں میں تمام سو نہیں کا بہترین ہوں اور  
میں سردار ہوں اور ان لوگوں کا جینے چہرے  
اور ہاتھ پاؤں قیامت کے دن روشن نور  
ہونگے میں تمام اوصیاء کا سردار ہوں مجھ سے  
جنگ خدا سے جنگ ہے اور میری صلح خدا کی صلح ہے

اور میری فرمانبرداری خدا کی اطاعت ہے اور میری دوستی خدا کی دوستی ہے میرے اتباع  
خدا کے دوست ہیں اور میرے انصار خدا کے انصار ہیں۔

حضرت نے اپنے اس کلام میں اس قدر زور و دار استدلال اپنے استحقاقِ وصایت پر فرمایا  
ہے کہ اگر صاحب انصاف نظر عقل سے دیکھے تو اس کو چون و چرا کا موقع نہیں مل سکتا کہ  
ان احادیث کے دیکھنے کے بعد بھی اگر آپ انکار فرمائیں تو۔۔۔۔۔  
آپ فرماتے ہیں کہ کیا جناب امیر علیہ السلام کو اپنی وصایت کا اعتقاد تھا اور اگر



اعتقاد تھا تو انہوں نے اسکا ذکر کسی وقت کیوں نہ کیا۔ جناب ذرا تعصب کی پٹی کو  
 آنکھوں سے الگ کر کے اپنی ہی کتابوں کو ملاحظہ فرمائیے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ جناب  
 امیر علیہ السلام نے کس کس طریقہ سے اپنی خلافت کے متعلق استدلال فرمایا ہے اور یہ تو  
 بتلائے کہ کس وقت حضرت نے اس امر کا اقرار کیا کہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر خلیفہ  
 برحق تھے ہمیشہ حضرت اونکو غاصب و خائن فرماتے رہے جیسا کہ آپ کی کتب سے  
 ظاہر ہے۔ اور جب موقع ہوتا تھا تو اس امر کا اظہار فرماتے تھے کہ خلافت بعد  
 رسول میرا حق تھا لیکن انسوس چھین لیا گیا ذرا خطبہ شمشقیہ کو غور سے پڑھیے تو آپکو  
 معلوم ہوگا کہ حضرت کو خلفائے ثلاثہ کی طرف سے کس قدر قوی حسن ظن تھا اور ذرا  
 علامہ ابن ابی الحدید کی شرح نبج البلاغہ کو ملاحظہ فرمائیے تو اس میں آپکو نظر آئے گا کہ  
 حضرت نے کس کس عنوان سے اپنی استحقاق خلافت کو ثابت کیا ہے اور کس طرح  
 دوسروں کے عدم استحقاق کو ظاہر فرمایا ہے لیکن ہمیں امید نہیں ہے کہ آپ دیکھیں گے  
 لہذا ہم خود نقل کیے دیتے ہیں سینے حضرت ارشاد فرماتے ہیں۔ اف احجہ  
 علیکم بما احتجتم بہ علی الانصار فان كانت المخلافة بالقراۃ فانما  
 احق الناس بہ لانہ اقربہم من رسول اللہ (صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم) یعنی میں وہی مرے احتجاج کرتا ہوں جس سے  
 تم لوگوں نے انصار پر احتجاج کیا ہے اور وہ قرابت رسول ہو اگر واصل یہی مرہوجب خلافت  
 ہو تو محمد سے زیادہ اس جہت سے بھی کوئی شخص مستحق خلافت نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ میں سب سے  
 زیادہ قرابت سے رسول اللہ سے رکھتا ہوں۔

ذرا آپ ہی فرمائیے اور اپنی ہی کتابوں سے کہ سوائے خاموشی کے اسکا کیا



جواب دیا گیا رہا یہ امر کہ اگر وہی برحق تھے تو تلوار سے کام کیوں نہ لیا اور جہانت کو کیوں  
 اختیار کیا اسکا جواب نہایت مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ اگر اسی کا نام جہنم ہے تو  
 رسول اللہ کو کیا کھینے کا جبکہ غارتو کی طرف تشریف لگئے تھے حالانکہ باتفاق نہیں  
 جناب میر علیہ السلام سے رسول اللہ زیادہ شجاع تھے اور وقت صلح حدیبیہ کفار کے  
 کے کہنے سے صلح نامہ پر لفظ رسول اللہ کیوں نہ لکھا بلکہ لکھنے کے بعد کیوں مٹا دیا گیا اس  
 وقت رسول اللہ نے جن سے کام لیا یا آپ رسول اللہ نہ تھے جبکہ آپ رسول اللہ  
 کی طرف یہ امر منسوب نہیں کر سکتے ہیں تو جناب میر علیہ السلام کی طرف بھی ان لغویات  
 کی نسبت درست نہ ہوگی کیا کسی وقت کسی مصلحت سے خاموش رہنا عجمت  
 کے خلاف ہو سکتا ہے یا کسی زمانہ میں کسی فائدہ کو مد نظر رکھ کر سکوت کرنا بہادری  
 کے سنائی ہے ہرگز نہیں بلکہ شجاع کیلئے مصلحت کے وقت خاموش رہنا اسکا  
 زیور ہے لیکن آپ کیا کریں آپ تو شجاعت کے معنی فقط یہی سمجھے ہوئے ہیں  
 کہ اگر مسجد میں کوئی شخص رسول کو برا کہتا ہوا آئے تو تلوار لیکر کھڑے ہو جانا اور  
 دانتوں سے ہونٹوں کو چبانا شجاعت ہے اور جنگ احد میں پہاڑ کے اوپر کھڑا  
 کی طرح اچکنا بہادری ہے اور خیر کے میدان میں عنتر کے مقابلہ سے علم اسلام  
 کو لیکر بھاگنا دلاوری ہے جناب والا ذرا علماء اخلاق کی کتابوں کو دیکھئے  
 اور ان میں تعریف شجاعت کو ملاحظہ فرمائیے اور اسکے بعد جناب میر علیہ السلام  
 کے سکوت کے مصلح کو خیال کیجئے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ جو کام اس وقت حضرت  
 نے کیا وہ عین شجاعت تھا لیکن آپ ایسے لوگ اپنی آنکھوں سے تعصب  
 کی ٹہنی کیوں کھولنے لگے ہم خود بعض وجوہ سکوت جناب امیر علیہ السلام کی طرف



نہایت اجمال کے ساتھ اشارہ کرتے ہیں سینے۔ اول یہ کہ جو جناب امیر علیہ السلام  
 نہایت بہادر اور شجاع عرب تھے لیکن تنہا تھے اور ضروریات انسانی کا الگ ہوجانا  
 محال ہوندا غیر ممکن تھا کہ تنہا کوئی شخص تمام دنیا کا مقابلہ کر سکے اور صرف ان خیال  
 سے کہ آپ ایسے حق پوش حضرات کو گنجائش کلام باقی نہ رہے حضرت تین روز تک  
 جناب سیدہ اور حسنینؑ کو لیکر مہاجرین اور انصار کے دروازوں پر شب کے وقت  
 گئے اور طلب مدد کی شب کے وقت تو ہر شخص قرار دے کر تا تھا لیکن بھیج کو سولے  
 چار یا پانچ آدمیوں کے کوئی شخص حاضر نہیں ہوتا تھا ہاں معاویہ کے زمانہ میں اس  
 قدر قدرت ہو گئی تھی تو آپ نے دیکھا ہوگا اور اگر دیکھا نہ ہوگا تو کم از کم سنا  
 تو ضرور ہی ہوگا کہ ایسی شجاعت دکھلائی کہ معاویہ کو سوائے مکر و فریب کے کوئی  
 چارہ کار نہیں سوچتا تھا اور آخر کار قرآن کو نیزوں پر بلند ہی کر دیا دوسرے  
 ج طرح رسول اللہ ﷺ کے بعد تیرہ سال تک مکہ میں کفار مکہ کی ایذا و تکالیف  
 برداشت کرتے رہے لیکن قلت انصار کی جہت سے حکم جہاد نہیں ہوا اسی طرح  
 جناب میلر قلت انصار و کمی معاویہ کی وجہ سے سلاطین وقت کے ہاتھ سے  
 تکالیف اٹھاتے رہے۔

تیسرے آپ کو یہ بھی خیال تھا کہ اگر بین لہر و ننگا تو اسلام کو سخت ضرر پہونچے گا  
 اور عرب مرتد ہوجائینگے کیونکہ بالکل شروع اسلام کا زمانہ تھا اور انکے قلوب میں  
 ابھی اسلام راسخ نہیں ہوا تھا اور بہت سے لوگ جبراً اسلام لائے تھے جو خیر فوات  
 رسول کو سنکر نہایت خوش و مسرور ہوئے تھے اگر آپ جنگ کرتے تو ایسے وقت  
 میں بلا شک و شبہ اسلام کو وہ نقصان عظیم برداشت کرنا پڑتا جسکا تدارک ناممکن تھا



اس لحاظ سے آپ نے سکوت فرمایا۔

آپ صفحہ ۹ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سنہ و صایت کی ابتدا ۲۲ یا اسکے قریب قریب زمانہ میں ہوئی اور اسکا موجد عبد اللہ بن سبا تھا یہ آواز سب سے پہلے مصر کے بلند ہوئی کہ جس طرح حضرت موسیٰ کے وحی یوشع بن نون تھے اوسی طرح رسول اللہ کے وحی حضرت علی تھے اگر آپ کا اس عبارت سے یہ مطلب ہو کہ وصایت کا ذکر اسکے قبل نہ تھا تو جہاں حادیث کو ہم ذکر کر چکے ہیں انکو آنکھ کھول کر دیکھئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ وصایت کا ذکر اسوقت سے ہو جبکہ آپ کے پیرو عتیق یعنی حضرت ابو بکر خدائے برحق کو پہچانتے بھی نہ تھے اور اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے پتھر دن کے سامنے اُتکو مبیود حقیقی سمجھ کر حسین... کو گھسا کرتے تھے۔ اور اگر عبد اللہ بن سبا نے یہ کہا تھا کہ جس طرح حضرت موسیٰ کے وحی حضرت یوشع بن نون تھے اوسی طرح حضرت رسول کے وحی حضرت علی ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں تھی بلکہ خود رسول اللہ اسکو اپنی زبان فیض ترجمان سے بارہا فرما چکے تھے جیسا کہ کئی حدیثیں آپکی کتب سے نقل کجا چکی ہیں اسبہر بھی اگر آپ انکار کریں گے تو میں سوائے اسکے اور کیا کہوں گا کہ برین عقل و دانش بیاید گریست۔

اور اگر اس عبارت سے آپکی مراد یہ ہو کہ ۲۲ تک ایک ہی مذہب رہا جسکا نام اہلسنت و الجماعت ہو اور شیعوں کا وجود ہی نہ تھا تو اسکو ہم بتلائیے کہ شیعوں کا وجود کب سے ہو اور یہ نام کس وقت سے رکھا گیا ہے۔ اور اہلسنت و الجماعت کا لقب آپکو کس زمانہ سے ملا ہے سنئے اور اپنی کتب کو خوب غور سے دیکھئے راسی تقریر سے آپکی اکثر عبارتوں کے جو ابات بھی ہو جائیں گے) اولاً اس امر کو غور سے



سنے کہ جناب امیر علیہ السلام کے احباب کا نام کب سے شیعہ ہوا اور کس نے دکھا ہے  
 پہلے خود جناب سالتماہ نے اس لقب مبارک سے لقب فرمایا ہے جیسا کہ آپ کی  
 اکثر کتب میں یہ حدیث موجود ہے یا علی انت و شیععتک فی الجنة  
 یعنی اے علی تم اور تمہارے شیعہ سب جنت میں جائیں گے۔

ان الله قد عفا لك و اولدك و	ترجمہ خداوند عالم نے اے علی تم کو اور تمہاری
لاهلك و لذريتك و لشيعتک	اولاد کو اور تمہارے ایہیت و ذریت کو اور
و لہبی شيعتک فابشر فانك	تمہارے شیعوں کو اور ان لوگوں کو جو تمہارے
لا تزع البطين اخرجہ الدیلمی	شیعوں کو دوست رکھتے ہیں بخشاید ہے
فی مسندہ (ینابیع المودۃ)	تو اب تمکو مبارک ہو۔

اسکو دیلمی نے بھی اپنے مسند میں نقل کیا ہے۔

آیۃ ان الذین امنوا و عملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ  
 جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے وہی بہترین خلق ہیں) کے ضمن میں جناب سالتماہ  
 نے جناب امیر علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ یا علی ہوا انت و شیععتک  
 تا قیوم القیامۃ انت و شیععتک راضیین مرضیین۔  
 یعنی اے علی وہ تم ہو اور تمہارے شیعہ ہیں قیامت کے دن تم اور تمہارے شیعہ اس طرح آئیں گے  
 کہ وہ خدا سے راضی ہوں گے اور خدا ان سے راضی ہوگا (ینابیع المودۃ)

یا علی انت و شیععتک تردون علی الحوض (آخر حوض الطبرانی فی الکبیر)  
 اے علی تم اور تمہارے شیعہ حوض کوثر پر وارد ہوں گے۔ (ینابیع المودت) صفحہ ۲۷۶۔  
 اسکو طبرانی نے کبیر میں بھی نقل کیا ہے۔



اور اگر آپ نے کسی مقام پر دیکھا ہو کہ خلفائے ثلاثہ کے ماننے والوں کو رسول اللہ  
 نے اہلسنت والجماعت کہا ہے تو ہم بھی مشتاق ہیں لیکن آپ کیا دکھلا سکتے  
 سیتے ہم آپ کی خدمت میں عرض کیے دیتے ہیں چونکہ احباب علی بن ابی طالب  
 علیہ السلام کو رسول اللہ خود لفظ شیعو سے تعبیر فرما چکے تھے لہذا حضرت کے جسد  
 خاص احباب تھے وہ شیعیاں علی کے نام سے موسوم ہوئے اور جو مذہب کہ  
 حضرت عمر کی اجتہاد کی کمیٹی کی وجہ سے مذہب اہلبیت کے خلاف قائم ہوا تھا  
 اسکا کوئی نام نہیں رکھا گیا اور فقط دو ایک ہی سال تک بے نام نہ رہا بلکہ پہلے  
 خلیفۃ الناس بھی دینا سے روپوش ہو گئے اور انکے بنائے ہوئے جانشین جنکے  
 متعلق لوگوں نے فقط غلیظ القلب کا الزام دیا تھا انتقال فرما گئے اور تیسرے بزرگ  
 بھی راہی ملک عدم ہو گئے لیکن اہل سنت کا کوئی نام نہ رکھا گیا یہاں تک کہ جب  
 معاویہ نے جناب امیر علیہ السلام سے بغاوت کی ہے اور سعادۃ اللہ جس سال معاویہ  
 نے حضرت امیر پر تبر کھلوایا ہے اس سال کا نام عام السنۃ رکھا اور جس سال  
 معاویہ نے امام حسن سے بوجہ جناب امیر علیہ السلام صلح کی ہے اور آپ بمصلحت راضی  
 ہو گئے ہیں تو اس سال کا نام عام الجماعت رکھا اور یہ نام معاویہ کے زمانہ میں  
 مشہور نہیں ہوا بلکہ دوسری صدی ہجری میں جو لوگ خوارج و نواصب و معتزلہ  
 میں سے اہلبیت رسول سے دلی دشمنی رکھتے تھے انہوں نے اپنے مذہب کو  
 اس نام کے ساتھ مشہور کر دیا صرف اس غرض سے کہ یہ دونوں امر فراموش نہ  
 نہ ہو جائیں ہمارے کہنے کو آپنا یہ غلط خیال کریں اسلئے ہم آپکو تاریخ ابوالفدا کا  
 نام بتلائے دیتے ہیں اسکی جلد اول صفحہ ۲۱۳ کو ملاحظہ فرمائیے اور اگر اس پر بھی



یقین نہ ہو تو اپنے مستند عالم ابن عبد ربیع کی عبارت کو انھی کی کتاب عقیدت میں دیکھئے  
وہ لکھتے ہیں لما صالح المحسن معاویة سمی ذلك العام عام الجماعة  
یعنی جس سال معاویہ نے امام حسن سے صلح کی ہے اس سال کا نام سال جماعت رکھا۔ اسکے  
بعد تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۳۶ کو ملاحظہ کیجئے۔ علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں

فاستقر فیہا (الخلافۃ) من ربیع الآخر ترجمہ خلافت سلطنت ۳۰ ماہ ربیع الآخر یا جمادی  
او جمادی الاولیٰ سنة احدى واربعین الاولین درست ہو گیا تو اس سال کا نام سال  
فسمی هذا العام عام الجماعة۔ لاجتماع جماعت رکھا بسبب اسکے کہ اُسے ایک خلیفہ  
الامۃ علی خلیفۃ واحد ( پر مجتمع ہو گئی تھی۔

یہ تو فقط جماعت کی تحقیق تھی اب لفظ سنت کی تحقیق کو سنئے علامہ محی بن اعین  
القرشی کتاب نہاج التحقيق من رمطرازین ان معاویة حین سب علیا  
(علیہ السلام) سمی ذلك العام عام السنة ترجمہ معاویہ نے جس وقت علی کو برا کہا  
اور کہلوا یا اس سال کا نام سال سنت رکھا۔ اور یہی عبارت انوار الابدایہ اور کتاب الرواج  
میں موجود ہے اب تو آپ کو معلوم ہوا کہ شیعوں کا نام کس وقت سے شیعوں ہوا اور  
شیعوں کو کب سے اہلسنت و الجماعت کا لقب زرین حاصل ہوا اور ان  
دونوں کی وجہ تسمیہ کیا ہے لہذا جو عبارت وجہ تسمیہ اہلسنت و الجماعت میں صفحہ ۴۴  
میں مولف رسالہ نے نقل کی ہے وہ بالکل بے ربط ہے اور جو حدیث پیش کی ہے  
وہ مطلقاً وجہ تسمیہ سے تعلق نہیں رکھتی ہے کیونکہ وہ ایسے الفاظ ہیں جن سے  
ہر شخص اپنے مذہب پر استدلال کر سکتا ہے۔

اس مقام پر ایک سوال ہوتا ہے کہ یہ دو مذہب کیوں ہوئے اور کیا رسول اللہ



نے اسکا کوئی معقول تنظیم نہیں کیا تھا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جس وقت رسول اللہ  
 کی آنکھ بند ہوئی اسی وقت سے اس امر کی فکر شروع ہو گئی کہ حضرت کی وصیت کو پس  
 پشت ڈال کر ایک نئے مذہب کی بنیاد ڈالنی چاہیے چنانچہ سقیفہ میں یہ مراد پوری  
 ہو گئی حالانکہ رسول اللہ نے نہایت سخت انتظام کرنا چاہا تھا کہ یہ واقعات پیش  
 نہ ہوں لیکن بندگان دنیا نے دنیا کو اپنا مقصود اصلی خیال کر کے رسول اللہ کے  
 کہنے کو نہ مانا کیونکہ رسول اللہ نے بحکم وحی مآینطق عن المہوی ان ہوا الا  
 وحی یوحی (یعنی ہمارا رسول اپنی خواہش سے کچھ نہیں کہتا اور جب تک وحی نہیں نازل  
 ہوتی ہو کے ارشاد فرمایا تھا۔ انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی  
 اہل بیتی ما ان تمسکتہما لن تضلوا بعدی (یعنی میں تم میں دو چیزیں گرانا  
 چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن اور دوسرے اپنے اہل بیت اگر ان دونوں سے متمسک ہو گے  
 تو کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے) لیکن حضرت نے اسکی ذرہ بھر بھی وقعت نہ کر کے انتقال  
 رسول کے وقت حسب کتاب اللہ کہدیا ہمارے واسطے فقط کتاب خدا کافی ہے اور  
 کئی کوئی ضرورت نہیں ہو) اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جبکہ حضرت نے اپنے مرض  
 الموت میں ارشاد فرمایا تھا کہ ایتوفی بقرطاس اکتب لکم کتابا لن  
 تضلوا بعدی (صحیح مسلم - بخاری مشکوٰۃ) میرے پاس کاغذ و قلم و دواد ہے  
 تاکہ تمہارے لیے ایسی چیز تحریر کر دوں جس سے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو (صحیح مسلم بخاری مشکوٰۃ)  
 حضرت عمر اس پر راضی نہ ہوئے اور کہنے لگے ان الوجل قد غلبہ الوجع  
 وعندنا کتاب اللہ حسبنا (مسلم - بخاری) (یعنی اس پر درد غالب ہو گیا ہو) یعنی ہوش  
 و حواس دست نہیں ہیں (علاؤ اللہ) ہمارے پاس کتاب خدا موجود ہے اور وہ ہمارے لیے کافی ہے



صحیح مسلم صحیح بخاری) یہ فقرہ اس قدر تہذیب میں ڈوبا ہوا تھا اور اس قدر شان رسول  
 کو لیٹے ہوئے تھا کہ آپ کو یہ فرمانا پڑا تو مواعظی کا یعنی التنازع عندی  
 یعنی میرے پاس سے چلے جاؤ اور میرے پاس جھگڑا نہ کرو) پس اس وقت سے اور اس مخالفت  
 رسول سے امت میں دو مذہب ہو گئے۔ اچھا میں آپ سے پوچھتا ہوں سچ  
 بتلائیگا کہ اگر رسول اللہ کے حکم کی تعمیل کر دیجاتی اور دوات و قلم پہنچا دیا جاتا  
 تو رسول اللہ کس کے متعلق وصیت فرماتے آیا علی بن ابی طالب کے متعلق یا حضرت  
 ابو بکر کے اگر حضرت ابو بکر کو کیے گا تو میں کہوں گا کہ بالکل غلط ہے کیونکہ اس صورت  
 میں حضرت عمر کا بعید از عقل ہونا ثابت ہوگا کیونکہ اس میں تو انکا مقصود دلی ہی  
 تھا اور اسی کیلئے متقیفہ میں کارروائی کی گئی معلوم ہوا کہ حضرت سوائے علی بن  
 ابی طالب کے کسی کے متعلق وصیت نہ فرماتے لیکن آپ میرے قول کو کیوں  
 ماننے لگے اچھا اب آپ اپنے مرشد کے قول کو سینے تارخ بغداد میں احمد بن  
 طاہر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی  
 علیہ وسلم نے میرے متعلق وصیت کرنا چاہتے تھے لیکن میں نے روک دیا اب تو  
 آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت عمر نے کن کن چالا کیوں سے اس دوسرے مذہب کی  
 بنیاد ڈالی ہے اور کس کس طریقہ سے رسول اللہ کی مخالفت اس معاملہ خاص  
 میں کی ہے۔ شاید بعض سادہ لوحوں کو یہ خیال ہو کہ آخر انھیں کو یہ ہند کیوں  
 تھی تو میں عرض کروں گا کہ مذہب کی قدر اس شخص کے دل سے پوچھئے جو حق  
 الیقین کے مرتبہ تک پہنچ گیا ہو وہ ذرا سے تفرقہ مذہب کے مقابلہ میں اگر  
 حکم خدا ہوگا تو اپنی جان و مال کو بیچ سمجھے گا لیکن جس شخص کے نزدیک خود خدا



شکوہ الالہیہ ہو اور جسکے خیال میں خود رسول اللہ مشکوک الرسالۃ ہوں اور اسکے

دل میں مذہب کی کیا وقعت ہو سکتی ہو اس مقام پر مجھے وہ عمد نامہ یاد آتا ہے جو

حضرت عمر نے معاویہ کو لکھا ہو جس میں اپنے اصلی مذہب کی خبر دی ہو اور جس کو

سوخ بلاوری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہو۔ مجھے اُتید ہے کہ آپ اسکو ضرور

ملاحظہ فرما کر عبرت حاصل کریں گے۔ بہر حال یہاں سے دو مذہب جاری ہو گئے

اور فقط یہی نہیں کہ رسول اللہ نے بھی ایک تدبیر کی ہو بلکہ اسکے قبل جیش اسامہ

کا واقعہ یاد کیجئے کہ حضرت نے اسامہ بن زید کو سردار بنا کر کفار کے مقابلہ کے لیے بھیجا تھا

اور شخص کے متعلق حکم دیا تھا کہ جو شخص لشکر کے ساتھ نہ جائے گا اس پر خدا کی لعنت ہو

لوگوں نے دیکھا کہ اب رسول اللہ دنیا میں زندہ نہ رہیں گے اگر چلے گئے تو وقت

نکل جائیگا لہذا لعنت خدا کو جیش اسامہ کے ساتھ جانے پر تہنج دی۔ ہجرت

(مطلع نخل شہرستانی) (تذیل شرح مواقف مطبوعہ نوکشور) اب تو آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا ہو گا

کہ رسول اللہ نے کیا انتظام کرنا چاہا تھا کہ میرے بعد امت میں اختلاف نہ ہو اور لوگوں نے

کیونکر مخالفت کی اور پھر کس کس نے اور کس کس طرح اور شیعوں کا مذہب کیسے ہو اور جناب

امیر علیہ السلام کب سے وہی رسول تھے۔

اسکے بعد آپ فرماتے ہیں: مگر افسوس کہ حضرت علی نے کبھی اپنی وصایت کا ذکر نہیں

کیا اور بخوشی حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی۔

سبحان اللہ آدمی جھوٹ بولے تو اتنا تو سفید ہو۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر جناب

امیر علیہ السلام نے بخوشی بیعت کر لی تھی تو پھر حضرت عمر کو دروازہ جناب سید کا پر لکھ بیان

لیکر جانیکی کیا ضرورت تھی اور جناب امیر کی گردن میں رسی باندھنے کی کیا حاجت تھی



تاریخ طبری تاریخ واقعی تاریخ ابوالفدا کتاب لم ترضی کتاب سقیفہ کتاب الاممہ والسامیہ  
 اسکے بعد جب جناب امیر کو ابو بکر کے پاس لائے تو بیعت کے متعلق کہا گیا آپ نے  
 فرمایا کہ اگر میں بیعت نہ کروں تو کیا ہوگا حضرت عمر نے قسم کہا کہ فرمایا کہ قتل کیے جاؤ گے  
 آپ نے فرمایا کہ کیا ایک بندہ خدا اور برادر رسول کو قتل کر ڈالو گے تو جواب دیا گیا کہ  
 ایک بندہ خدا تو ٹھیک کہا لیکن برادر رسول ہونا غلط ہے (کتاب الاممہ والسامیہ)  
 کیونکہ جناب حضرت عمر کا قول کہ تم رسول اللہ کے بھائی نہیں ہو یہ کہنا تک درست تھا  
 کیا حضرت علی حجاز د بھائی نہ تھے کیا حضرت عمر حدیث مواخات کو بھول گئے تھے اور  
 انصاف سے کہتے کہ حضرت علی نے جو بیعت نہ کی تھی تو آیا حق پر تھے یا ناحق پر کوئی  
 مسلمان ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ حضرت علی ناحق پر تھے کیونکہ رسول اللہ برابر فرمایا کرتے تھے  
 علی مع الحق و الحق مع علی اور اس حدیث میں کسی کو اختلاف نہیں ہوا محالہ  
 حق پر تھے اور جب حق پر تھے تو خلافت حضرت ابو بکر ناجائز تھی کیا اسی کا نام بخوشی  
 بیعت کر لینا ہو آپ ذرا اپنی ہی کتابوں کو اٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ حضرت علی  
 نے زندگی جناب طلحہ میں بیعت نہیں کی اور اسکے بعد بیعت کی ہو لیکن ہم لوگوں کا  
 اتفاق تو اس میں ہے کہ حضرت نے کبھی بیعت نہیں کی نہ حضرت ابو بکر کی نہ حضرت  
 عمر کی نہ حضرت عثمان کی ہاں اسلام کی حفاظت کی غرض سے حمایت اسلام ضرور فرماتے  
 رہے اور اسپر خطبہ شقیقہ دلیل ساطع ہو اوسکو ملاحظہ فرمائیے کہ حضرت نے کس کس طریقہ  
 سے غضب خلافت کے متعلق خلفائے ثلاثہ کی زیادتیوں کا ظاہر فرمائی ہیں۔  
 اب ہم اون احادیث کی طرف رجوع کرتے ہیں جنکو آپ نے اپنے مدعا کے ثبوت میں  
 پیش کیا ہو گو ہمارے اوپر فرق نہیں ہو کہ ہم اونکا جواب دین کیونکہ انہیں سے ایک بھی



ہماری کتاب نہیں ہے اور نہ ہم انکو مانتے ہیں لیکن . . . . . بدروازہ باید رسائند  
 کے خیال سے کسی قدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں آپ نے چار روایتیں پیش کی ہیں اور اسکے  
 بعد بعض علماء اہلسنت کے خیالات کو ظاہر کیا ہے اقوال علماء میں جو کچھ ہے اسکا جواب ہم تحریر  
 اور بعض امور کی طرف اسکے بعد اشارہ کریں گے کہ کئی روایتیں ہیں جو روایتیں  
 صحیح بخاری سے نقل کی ہیں ان میں پہلی حدیث حضرت عائشہ سے منقول ہے اور وہ یہ  
 عن ابراہیم عن الاسود قال ذکرنا عند عائشة ان علیا کان  
 وصیاً فقالت متی اوصی الیہ وقد کنت مستندتہ الی صدی  
 او قالت حجری فلقد انخس فی حجری فما شعرت انه قد  
 مات فمتی اوصی الیہ یعنی ابراہیم نے اسود سے نقل کیا ہے  
 کہ حضرت عائشہ کے پاس لوگوں نے ذکر کیا کہ حضرت علی وصی رسول تھے تو حضرت عائشہ نے فرمایا  
 کہ آپ نے کب وصیت فرمائی حالانکہ میں آپ کو اپنے سینہ یا گود میں لے ہوئے تھی کہ آپ جھک  
 گئے پھر آپ نے کب وصیت فرمائی اس حدیث سے اگر زیادہ سے زیادہ (روایت کو صحیح ماننے  
 کے بعد اور راویان حدیث میں قبح نہ کرنے کے بعد) مستفاد ہوتا ہے تو وہ یہ کہ حضرت نے  
 وقت انتقال وصیت نہیں فرمائی لیکن اس سے یہ کہان لازم آتا ہے کہ قبل اسکے بھتی و  
 نہ فرمائی ہو میں آپ کی اس منطلق کی داد اس وقت بغیر دیے نہیں رہ سکتا کیونکہ دعویٰ تو  
 اس قدر عام کہ کسی زمانہ کی قید ہی نہیں اور دلیل اس قدر خاص کہ وقت انتقال سے  
 مخصوص بن کاراز تو آید و مردان جنین کنند دوسرے یہ کہ حضرت کتب علیکم اذا حضر  
 احدکم الموت ان ترک خیر الوصیۃ ترجمہ یعنی تمہارے اوپر  
 فرض کیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے مرنے کے وقت کچھ چھوڑے تو وصیت کرے کی بنا پر خود



وصیت فرماتے چنانچہ آپ کا قصد تو طلبِ واثاق و قلم سے معلوم ہو لیکن اگر فرض کر لیا جائے  
 کہ حضرت نے وصیت نہ کی تو اس بنا پر کہ حضرت عمر نے ان الصراء لیہم جو یہ مرد  
 رسول اللہؐ ہڈیاں بک رہا اور معاذ اللہ! کہہ رو کہ یا حبیبکم مجلا اسکے قبل بیان کر چکے ہیں  
 اسکے بعد دوسری حدیث بھی بخاری ہی سے نقل کی ہو اور وہ یہ ہے کہ عن  
 طلحة بن مصرف قال سئلت عبد اللہ بن اوفی کان رسول اللہ  
 ﷺ اوصی قال لا فقال کیف کتب علی الناس الوصیة  
 او امر و ابی الوصیة قال اوصی بکتاب اللہ طلحة بن مصرف سے روایت  
 ہے اس نے کہا کہ میں نے عبد اللہ بن اوفی سے سوال کیا کہ رسول اللہ نے وصیت کی تھی اس نے کہا کہ  
 نہیں میں نے کہا تو پھر کیوں خدا نے قرآن میں وصیت کو فرض کیا یا لوگوں کو کیوں حکم بالوصیہ ہوا  
 تو اس نے کہا کہ رسول اللہ نے کتاب خدا کے متعلق وصیت کی تھی (نہ خلافت) اس حدیث سے  
 بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وقت رحلت آپ نے وصیت کی تھی یا نہیں جس پر کہتے  
 کتب علی الناس الوصیة والہو اور سائل کی پیش نظر یہ کتب علیکم الخ ہو جو اوپر  
 مذکور ہوئی اور اسی کے مطابق جواب بھی دیا گیا ہو لیکن مجیب نے کسی قدر تعصب سے  
 کام لیا ہو کہ اس نے ترک قلبی کے علاوہ زبان سے بھی اہلبیت کا ذکر نہیں کیا حالانکہ  
 یہ امر متفق علیہ بین الفرقین ہو کہ آپ نے انی تارک فیکم الثقلین فرمایا ہے  
 نہ کہ انی تارک فیکم الثقل اور اگے اہلبیت اور کتاب کو تصریحاً بیان بھی فرمادیا  
 ہو۔ اسکے علاوہ اس حدیث سے مجیب کے مدین پر بھی کافی روشنی پڑتی ہے  
 کیونکہ اس نے اول تو وصیت ہی کا انکار کر دیا لیکن جب آیت سے ایراد  
 کیا گیا تو گھبرا کر کہنے لگا کہ کتاب خدا کی وصیت کی تھی۔ اگر سائل حدیث



تقلین کو یاد دلانا تو غالباً اسکو بھی ضرور بیان کر دیتا اور اس حدیث سے اگر  
اسکو صحیح فرض کیا جائے تو عائشہ والی حدیث غلط ہو جائیگی کیونکہ اس کا  
مفہوم یہ ہے کہ حضرت نے کوئی وصیت نہیں کی اور اس حدیث سے وصیت  
بالقرآن نکل پڑی ہے۔ . . . . حافظہ بنا شد۔

اسکے علاوہ آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ آپ نے قوس میں لفظ (نہ خلافت)  
کو کہاں سے اور کس تک سے ذکر کیا ہے مجیب کے کلام سے تو ہرگز نہیں  
معلوم ہوتا ہے کہ اس نے خلافت کی نفی کی ہو۔ زیادہ سے زیادہ اتنا معلوم  
ہوتا ہے کہ کتاب خدا کی وصیت کی تھی جسکا وجہ سے کلام میں اس امر کا  
امکان پیدا ہو گیا کہ اگر کسی ورا مری وصیت بھی کی ہو تو عجب نہیں کیونکہ  
ثبوت شئی لا یدل علی عدم شئی آخر کسی شے کا ثابہت ہونا دوسرے  
شے کے عدم پر دلالت نہیں کرتا ہے۔

تیسری حدیث کتاب امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ سے نقل کی ہے  
جس میں فقط اتنا ہے مات رسول اللہ ولہ یوص (یعنی رسول اللہ مر گئے اور کوئی وصیت  
نہیں کی) اس سے اولاً تو عدم وصیت بالاختلاف نہیں لازم آتی کیونکہ اسکا  
ذکر نہیں ہے ممکن ہے کہ اس سے مراد عدم وصیت بشے مخصوص ہو جو  
خلافت کے علاوہ ہو اور اگر فردا کمل ہونے کی حیثیت سے یہی مراد لیا جائے  
تب بھی ہمارے مفسر نہیں ہے کیونکہ یہ حدیث بھی وقت انتقال سے  
مربط ہے۔

اب رہی چوتھی حدیث جو جناب امیر علیہ السلام کی طرف منسوب



کی جاتی ہے کہ آپ نے جنگ جمل میں ارشاد فرمایا تھا، لم یعهد رسول  
 اللہ الیتا فی ہذہ الامارۃ شیئاً ترجمہ یعنی رسول اللہ نے ہمارے  
 لئے امارت میں کچھ عین نہ فرمایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث بالکل غلط اور  
 موهنوع ہے کیونکہ صحیح جوہری میں یہ امر موجود ہے کہ حضرت نے فرمایا انا  
 وصی رسول اللہ لہذا یہ دونوں کلام کیونکر جمع ہو سکتے ہیں اور ان میں تناقض  
 نہیں تو کیا ہے۔ اسکے علاوہ ان احادیث کو بھی ملاحظہ کر لیجئے جن کو ہم نے  
 احادیث وصایت کے ضمن میں نقل کیا ہے جن میں کثرت سے خود حضرت کا  
 دعویٰ اور یقین اور رسول اللہ کی نص اور خدا کا ارشاد معلوم ہوتا ہے۔ معلوم  
 ہوا کہ یہ حدیث محض دشمنی جناب امیر علیہ السلام کی جہت سے وضع کی گئی  
 ہے اور اگر بالفرض ان احادیث کو صحیح مان لیا جائے تو حضرت عمر کی خلافت  
 پر زوال آجائیگا اور عمر بہرہ نہ ثابت ہو سکیگی کیونکہ رسول اللہ کا خلافت کے  
 متعلق وصیت نہ کرنا صرف اسلئے تھا کہ اس کے متعلق حکم خدا نہ تھا اور خدا  
 اس امر کا حکم نہیں دیتا ہے جو اسکے نزدیک قبیح ہوتا ہے لہذا معلوم ہوا  
 کہ رسول اللہ کا کسی شخص کو وصیت کے ساتھ جانشین کرنا قبیح تھا اسی لیے  
 حضرت نے وصیت نہیں فرمائی اور متابعت رسول واجب و لازم ہے اور  
 ترک متابعت حرام لہذا کسی شخص کا دوسرے کو وصیت کی حیثیت سے  
 خلافت آئیہ میں جانشین کرنا حرام ہوگا۔

اب فرمائیے کہ حضرت ابو بکر کا حضرت عمر کے بیٹے وصیت کرنا  
 کیسا ہے آیا متابعت رسول ہے یا ترک متابعت اور آیا یہ فعلی



حسن ہو یا قبیح اور جس امر کا مبدئی فعل حسرم ہو وہ خود کیسا فعل ہوگا۔  
شادم کہ ازرقیبان دامن کشان گزشتی  
گوشت خاک باہم بر باد رفته باشد

راقم

احقر الکونین کفایت حسین متعلم بدر الوائین لکھنؤ

### مختصر فہرست کتب مطبع نورالمطابع لکھنؤ

۰۴	نوعمر اطفال کو تعلیم عقائد حقہ کے لیے پیشگی سالہ ہے	عقاید الشیعہ
۰۴	احکام صوم و صلوٰۃ و مسائل طہارت وغیرہ مع ترجمہ۔	وسیلہ مغفرت ہدیۃ النساء
۰۴	مصائب جناب سید الشہداء میں نہایت صحیح و مستند سالہ ہے	جواہر المصائب
۰۲	جناب میٹر و خلفائی ثلاثہ کے عہد کی لڑائیوں کا فرق دکھایا گیا ہے	مخارج حق و باطل
۰۵	نماز شب پڑھنے والوں کے لیے نہایت کارآمد سالہ ہے	انیس المتہجد
۰۵	مجتہد العصر جناب آقا سید محمد باقر صاحب قبلہ کے مختار مسائل	جامع عباسی پنج بابی
۰۵	نواب محمد حسین خان صاحب خان بہادر راوی بی۔ ای رئیس پریانوان کی	تاریخ احمدی
۰۵	بیشل تاریخ ہے جو ایک سو ایک معتبر و مستند کتب المہنت سے لکھی گئی ہے	حقیقۃ الصدیق بحجاب سیرۃ الصدیق۔
۰۵	فن مناظرہ میں بے مثل و لاجواب کتاب ہے	اخصار الجواب
۰۵	مداح آل محمد جناب مرزا کاظم حسین صاحب محشر لکھنؤی کا دیوان	نور شہید محشر

سید نور الحسن مالک نورالمطابع و کٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ سے طلب کیجیے۔







